

تفہیم القرآن

الطلاق

(۳)

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اُس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے

۱۷ یہ امر متفق علیہ ہے کہ مطلقہ، خواہ رجعتیہ ہو یا متمنوتہ، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہے۔ البتہ اختلاف اُس صورت میں ہے جبکہ حاملہ کا شوہر مر گیا ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ طلاق دینے کے بعد مراد ہو، یا اس نے کوئی طلاق نہ دی ہو اور عورت زمانہ حمل میں بیوہ ہو گئی ہو۔ اس معاملہ میں فقہاء کے مسالک یہ ہیں:

(۱) حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ شوہر کے عمریٰ ترکہ میں اُس کا نفقہ واجب ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، قاضی شریح، ابراہیم العالیہ، شعبی اور ابراہیم نخعی سے بھی یہی قول منقول ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی ایک قول اسی کی تائید میں ہے (اُلوسی جصاص)۔

(۲) ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اُس کے پیٹھ کے بچہ کے حلقے میں سے خرچ کیا جائے اگر میت نے کوئی میراث چھوڑی ہو۔ اور اگر میراث نہ چھوڑی ہو تو میت کے وارثوں کو اُس پر خرچ کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ (البقرہ، آیت ۲۳۳)۔

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ متوفی شوہر کے مال میں اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک تیسرا قول یہی منقول ہوا ہے (جصاص)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے ترکہ میں سے اس کو جو میراث کا حصہ

پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو، اور بچلے طریقے سے راجرت کا معاملہ، باہمی گفت و شنید سے طے کر لو۔ لیکن اگر تم نے راجرت طے کرنے میں، ایک دوسرے کو تنگ کیا مگر اس سے وہ اپنا خرچ پورا کر سکتی ہے، لیکن شوہر کے مجموعی ترکے پر اس کا نفقہ عائد نہیں ہوتا جس کا بار تمام وارثوں پر پڑے۔

(۴) ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ اس کا نفقہ متوفی شوہر کے مال میں اسی طرح واجب ہے جس طرح اُس کے مال میں کئی قرض واجب ہوتا ہے (جصاص)۔ یعنی مجموعی ترکے میں سے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا نفقہ بھی ادا کیا جائے۔ (۵) امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ کہتے ہیں کہ میت کے مال میں اس کے لیے نہ سکونت کا حق ہے نہ نفقہ کا۔ کیونکہ موت کے بعد میت کی کوئی ملکیت ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد تو وہ وارثوں کا مال ہے۔ اُن کے مال میں حاملہ بیوہ کا نفقہ کیسے واجب ہو سکتا ہے (ہدایہ، جصاص)۔ یہی مسک امام احمد بن حنبل کا ہے (الانصاف)۔ (۶) امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، البتہ اسے سکونت کا حق ہے (مغنی المحتاج)۔ ان کا استدلال حضرت ابو سعید خدریؓ کی بہن فرقیہ بنت مالک کے اس واقعہ سے ہے کہ ان کے شوہر جب قتل کر دیئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ شوہر کے گھر ہی میں عدت گزاریں (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)۔ مزید برآں ان کا استدلال دارقطنی کی اس روایت سے ہے کہ حضورؐ نے فرمایا لیس للحامل المتوفی عنہا زوجھا نفقۃ و بیوہ حاملہ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ یہی مسک امام مالکؒ کا بھی ہے (حاشیۃ السنن)۔

۱۷۔ اس ارشاد سے کئی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ عورت اپنے دودھ کی مالک ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ وہ اس کی اجرت لینے کی مجاز نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسرے یہ کہ جب وہ وضع حمل ہوتے ہی اپنے سابق شوہر کے نکاح سے باہر ہو گئی تو بچے کو دودھ پلانے پر وہ قانوناً مجبور نہیں ہے بلکہ باپ اگر اُس سے دودھ پلوانا چاہے اور وہ بھی راضی ہو تو وہ اُسے دودھ پلاتے گی اور اس پر اجرت لینے کی حق دار ہوگی۔ تیسرے یہ کہ باپ بھی قانوناً مجبور نہیں ہے کہ بچے کی ماں ہی سے اُس کو دودھ پلاوے۔ چوتھے یہ کہ بچے کا نفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ بچے کو دودھ پلانے کی اولین حق دار ماں ہے اور دوسری عورت سے رضاعت کا کام اسی صورت میں لیا جاسکتا ہے جبکہ ماں خود اس پر راضی نہ ہو، یا اس کی ایسی اجرت مانگے جس کا ادا کرنا باپ کی مقدرت میں نہ ہو۔ اسی سے چھٹا قاعدہ

تو بچے کو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔ خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے، اور جس کو ندق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ نے جس کو تمنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اسے مکلف نہیں کرتا۔ بعید نہیں کہ اللہ تنگ دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا فرمادے گا یہ نکلتا ہے کہ اگر دوسری عورت کو بھی وہی اجرت دینی پڑے جو بچے کی ماں مانگتی ہو تو ماں کا حق اولیٰ ہے۔

فقہاء کی آراء اس مسئلے میں یہ ہیں:

صحا کہ کہتے ہیں کہ بچے کی ماں اسے دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے۔ مگر اسے اختیار ہے کہ چاہے دودھ پلانے یا نہ پلانے۔ البتہ اگر کچھ دوسری عورت کی چھاتی قبول نہ کرے تو ماں کو اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اسی سے ملتی جلتی رائے قتادہ اور ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری کی ہے۔ ابراہیم نخعی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر دوسری عورت دستا کے لیے نمل رہی ہو تب بھی ماں کو اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ (ابن جریر)۔

ہر ایہ میں ہے: اگر ماں باپ کی علفدگی کے وقت چھوٹا بچہ دودھ پتیا ہو تو ماں پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہی اسے دودھ پلائے۔ البتہ اگر دوسری عورت نہ ملتی ہو تو وہ رضاعت پر مجبور کی جائے گی۔ اور اگر باپ یہ کہے کہ میں بچے کی ماں کو اجرت دے کر اس سے دودھ پلانے کے بجائے دوسری عورت سے اجرت پر یہ کام لؤنگا، اور ماں دوسری عورت ہی کے برابر اجرت مانگ رہی ہو، یا بلا اجرت ہی اس خدمت کے لیے راضی ہو، تو اس صورت میں ماں کا حق مقدم رکھا جائے گا۔ اور اگر بچے کی ماں زیادہ اجرت مانگ رہی ہو تو باپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۱۔ اس میں ماں اور باپ دونوں کے لیے عتاب کا ایک پہلو ہے۔ انداز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پھٹی غمیوں کی بنا پر جن کے باعث بالآخر طلاق تک زورت پہنچی تھی، دونوں بھلے طریقے سے آپس میں بچے کی دستا کا معاملہ نہ کریں تو یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ عورت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تو زیادہ اجرت مانگ کر مرد کو تنگ کرنے کی کوشش کرے گی تو بچے کی پرورش کچھ تیرے ہی اوپر موقوف نہیں ہے، کوئی دوسری عورت اسے دودھ پلائے گی۔ اور مرد کو بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تو ماں کی ماتا سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے تنگ کرنا چاہے گا تو یہ بھلے آدمیوں کا سا کام نہ ہو گا۔ قریب قریب یہی مضمون سورہ بقرہ، آیت ۲۳۳ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ ارشاد ہوا ہے۔

کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی توہم نے ان سے سخت محاسبہ کیا اور ان کو بُری طرح سزا دی۔ انہوں نے اپنے کیے کا مزہ اچھکھ لیا اور ان کا انجام کارگھٹا ہی گھٹا ہے، اللہ نے آخرت میں، ان کے لیے سخت عذاب ہتیا کر رکھا ہے پس اللہ سے ڈرو اسے صاحب عقل لوگو جو ایمان لاتے ہو۔ اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کر دی ہے، ایک ایسا رسول ﷺ جو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات ساتھ ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ اسے

۱۱۔ اب مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کے ذریعہ سے جو احکام ان کو دیتے گئے ہیں ان کی اگر وہ نافرمانی کریں گے تو دنیا اور آخرت میں کس انجام سے دوچار ہونگے، اور اگر اطاعت کی راہ اختیار کریں گے تو کیا جزا پائیں گے۔

۱۲۔ مفسرین میں سے بعض نے نصیحت سے مراد قرآن لیا ہے، اور رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں یعنی آپ کی ذات بہت نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے، کیونکہ پہلی تفسیر کی رو سے فقرہ یوں بنا نا پڑے گا کہ ہم نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسول بھیجا ہے۔ قرآن کی عبارت میں اس تبدیلی کی آخر ضرورت کیا ہے جبکہ اس کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح با معنی ہے بلکہ زیادہ پُر معنی بھی ہے۔

۱۳۔ یعنی جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی میں نکال لاتے۔ اس ارشاد کی پوری اہمیت اُس وقت سمجھ میں آتی ہے جب انسان طلاق، عدت اور نفقات کے متعلق دنیا کے دوسرے تدبیر اور جدید عائلی قوانین کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بار بار کی تبدیلیوں اور نئی قانون سازیوں کے باوجود آج تک کسی قوم کو ایسا معقول اور فطری اور معاشرے کے لیے مفید قانون میسر نہیں آسکا ہے جیسا کہ ۱۴ سو برس پہلے اس کتاب اور اس کے لانے والے رسول نے ہم کو دیا تھا اور جس پر کسی نظر ثانی کی ضرورت نہ کبھی پیش آئی نہ پیش آسکتی ہے۔ یہاں اس تقابلی بحث کا موقع نہیں ہے۔ اس کا محض ایک مختصر سا نمونہ ہم نے اپنی کتاب "حقوق الزوجین" کے آخری حصہ میں درج کیا ہے۔ لیکن جو اصحاب علم چاہیں وہ دنیا کے مذہبی اور لادینی

ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ایسے شخص کے لیے بہترین رزق رکھا ہے۔

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کے مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات تمہیں اس لیے بتائی جا رہی ہے، تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

قوانین سے قرآن و سنت کے اس قانون کا مقابلہ کر کے خود دیکھو میں۔

۷۲ "انہی کے مانند" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اتنی ہی زمینیں بھی بنائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے متعدد آسمان اُس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور زمین کی قسم سے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں، اپنی موجودات کے لیے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں کے لیے فرش اور گہوارہ ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین ہی پر نہیں ہیں، عالم بالا میں بھی پائی جاتی ہیں (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، الشوریٰ، آیت ۲۹، حاشیہ ۵۰)۔ بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جوبے شمار تارے اور ستارے نظر آتے ہیں، یہ سب ڈھنڈا رپڑے ہوتے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بھرت ایسے ہیں جن میں نیامیں آباد ہیں قدیم مفسرین میں سے صرف ابن عباسؓ ایک ایسے مفسر ہیں جنہوں نے اُس دور میں اس حقیقت کو بیان کیا تھا جب آدمی اس کا تصور تک کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق بستہ ہے۔ آج اس زمانے کے سائنس دانوں تک کہ اس کے امر واقعہ ہونے میں شک ہے، کجا کہ ۱۴ سو برس پہلے کے لوگ اسے باسانی باور کر سکتے۔ اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ عام لوگوں کے سامنے یہ بات کہتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں اس سے لوگوں کے ایمان متزلزل نہ ہو جائیں۔ چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ اُن سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اگر میں اس کی تفسیر تم لوگوں سے بیان کر دوں تو تم کافر ہو جاؤ گے اور تمہارا کفر یہ ہو گا کہ اسے جھٹلاؤ گے قریب قریب یہی بات سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر میں تمہیں اس کا مطلب بتاؤں تو تم کافر نہ ہو جاؤ گے؟ (ابن جریر۔ عبد بن حمید)۔ تاہم ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے، اور

شعب الایمان اور کتاب الاسمار والصفات میں پہنچی نے ابوالفضل کے واسطے سے باختلاف الفاظ ابن عباس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ فی کل ارضی نبی کذبیکم وادم کا آدم و نوح کنوح و ابراہیم کا ابراہیم و عیسیٰ کعیسیٰ۔ ان میں سے ہرزین میں نبی ہے تمہارے نبی جیسا اور آدم ہے تمہارے آدم جیسا اور نوح ہے تمہارے نوح جیسا، اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم جیسا اور عیسیٰ ہے تمہارے عیسیٰ جیسا۔ اس روایت کو ابن حجر نے فتح الباری میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے۔ اور امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے البتہ میرے علم میں ابوالفضل کے سوا کسی نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔ اس لیے یہ بالکل شاذ روایت ہے بعض دوسرے علما نے اسے کذب اور موضوع قرار دیا ہے اور ملا علی قاری نے اس کو موضوعات کبیر (ص ۱۹) میں موضوع کہتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر یہ ابن عباس ہی کی روایت ہے تب بھی اسرائیلیات میں سے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے رد کرنے کی اصل وجوہ لوگوں کا اسے بعید از عقل و فہم سمجھنا ہے، ورنہ بجائے خود اس میں کوئی بات بھی خلافت عقل نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کو صحیح ماننے میں نہ عقلاً کوئی چیز ماننے سے نہ شرعاً۔ مراد یہ ہے کہ ہرزین میں ایک مخلوق ہے جو ایک اصل کی طرف اسی طرح راجع ہوتی ہے جس طرح بنی آدم ہماری زمین میں آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ اور ہرزین میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو اپنے ہاں دوسروں کی بہ نسبت اسی طرح ممتاز ہیں جس طرح ہمارے ہاں نوح اور ابراہیم علیہما السلام ممتاز ہیں۔ آگے چل کر علامہ موصوف کہتے ہیں: ممکن ہے کہ زمینیں سات سے زیادہ ہوں اور اسی طرح آسمان بھی صرف سات ہی نہ ہوں۔ سات کے عدد پر جو عدد نام چھ اکتفا کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس سے زائد کی نفی ہو۔ پھر بعض احادیث میں ایک ایک آسمان کی درمیانی فضا جو پانچ پانچ سو برس بیان کی گئی ہے اس کے متعلق علامہ موصوف کہتے ہیں کہ ہومن یاب التقیب بلا فقام، یعنی اس سے مراد ٹھیک ٹھیک مسافت کی پیمائش بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصود بات کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ وہ لوگوں کی سمجھ سے قریب تر ہو۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال میں امریکہ کے رائڈ کارپوریشن (RAND CORPORATION) نے فکلی مشاہدات سے اندازہ لگایا ہے کہ زمین جس کہکشاں (GALAXY) میں واقع ہے صرف اسی کے اندر تقریباً ۶۰ کروڑ ایسے سیارے پائے جاتے ہیں جن کی جیسی حالاً ہماری زمین بہت کچھ ملنے جلتے ہیں اور مکان گران کے اندر بھی باہزار مخلوق آباد ہو راکاز مسٹ لندن بروز ۲۶ جولائی ۱۹۵۸ء